عالیہ بخاری

بات رازداری کی تھی، اس لیے احتیاط بھی لازم تھی۔

بیگم اختر نے کی ہول سے جائزہ لے کر اچھی طرح اطمینان کر لیا تھا کہ سامنے والے اپارٹمنٹ کا دروازہ اور گرل دونوں ہی اچھی طرح بند ہیں۔

"چلو جلدی کرو، اس آفت سے سامنا نہ ہی ہو تو اچھا ہے۔" انہوں نے مڑ کر بیٹی کو دیکھا۔ جو صبح سے اختیار کی گئی ان ڈھیر ساری احتیاطی تدابیر سے اب بور ہو چلی تھی۔

"توبہ ہے امی، ایسا بھی کیا ڈرنا کوئی چوری تھوڑی ہے، جو یوں چھپتے چھپاتے۔"

خود پر ان کی تیز نگاہوں کو محسوس کر کے مہرن نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا اور دروازے سے باہر نکل گئی بیگم اختر نے مڑ کر ایک نظر صبا کو دیکھا، وہ ہدایتوں کے اتنے ڈوز پی چکی تھی کہ انہیں اب مزید کچھ بھی کہنے کی زحمت نہیں کرنا پڑی، اس کا تیزی سے اثبات میں ہلتا سر دیکھ کر وہ مطمئن سی سیڑھیاں اتر گئیں۔

"معلوم نہیں آپ نے پاری آنٹی کو کیوں اپنے حواسوں پر طاری کر رکھا ہے امی، آخر ہمارے گھریلو معاملات میں دخل اندازی کرنے کا انہیں کیا حق پہنچتا ہے، ایک بار اچھی طرح ان کی طبیعت صاف کر دیں نا!" مہرن ابھی تک برہم تھی، وہ دونوں اپارٹمنٹ کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل رہی تھیں ذکی نے گاڑی باہر ہی کھڑی کر رکھی تھی۔

"تم ابھی بچی ہو مصلحتوں کے تقاضے نہیں سمجھتیں۔" انہوں نے ناصحانہ انداز اپنایا چونکہ بخیرو خوبی باہر نکل آئی تھیں سو ریلیکس ہونے لگیں۔

"ذرا بھی تیور بدل کر بات کی نا تو سمجھ لو ہمارا یہاں رہنا دوبھر ہو جائے گا۔ سارے گھروں میں ہماری بدمزاجی کے چرچے ہوں گے، مجھے ابھی تمہارا رشتہ بھی کرنا ہے، ورنہ اس بے ہودہ عورت کو تو میں ایک دن میں ٹھیک کر دیتی۔"

اپنی دیرینہ پڑوسن کے نام سے انہیں سخت پرہیز تھا، بس یونہی ادھر ادھر کے القاب سے یاد کیا کرتی تھیں۔

مہرن کی سمجھ میں بھی وجہ تسمیہ آ گئی تھی۔

ذکی کی گاڑی میں مٹھائی کا بڑا سا ڈبہ چمکیلے ریپر میں لپٹا ہوا رکھا تھا۔ ڈبے کا سائز دیکھ کر انہیں مزید اطمینان ہوا سب کچھ ٹھیک ٹھاک بالکل ان کی مرضی کے مطابق جا رہا تھا ذکی نے گاڑی بیک کر کے سڑک پر لانی ہی چاہی تھی کہ انہیں رکنا پڑ گیا۔

انکل شجاعت کی بائیک گاڑی کے بالکل قریب آ کر رکی تھی۔ ان کے پیچھے سے جھانکتا ہوا پاری آنٹی کا چہرہ، بیگم اختر کے حواسوں پر بجلی کی مانند گرا۔

"کہاں کی تیاری ہے بھئی اتنے کروفر سے؟" گاڑی کے اندر جھانکنے پر ایک نگاہ میں ہی سارا اہتمام ان کے نوٹس میں آ چکا تھا۔

"کچھ نہیں بس ذرا یونہی...!" بیگم اختر حقیقتاً سخت گڑبڑائی ہوئی تھیں۔

"کوئی خاص بات ہے، ہے نا؟" پاری آنٹی کھلی جا رہی تھیں، ایک غیر متوقع کامیابی ان کے حصے میں آئی تھی۔

ناولٹ

"لڑکی کے رشتے کے لیے جا رہے ہیں کون لوگ ہیں لڑکی کیسی ہے؟ آپ نے تو بتایا تک نہیں بھلا ایسی بھی کیا غیریت؟" انہوں نے درست اندازے لگائے اور پھر شکوہ بھی کر ڈالا، بیگم اختر کے لیے صفائی پیش کرنا لازمی ٹھہرا۔

"رشتہ وشتہ کیسا۔ ابھی تو لڑکی دیکھنے جا رہے ہیں، پھر ہی معلوم ہو گا کون لوگ ہیں؟"

"پاری آنٹی آپ کے ٹماٹر گر رہے ہیں باسکٹ میں سے۔"

مہرین نے ان کی توجہ گود میں دھری سبزی کی باسکٹ کی طرف دلانا چاہی مگر بے سود۔

انہوں نے لاپرواہی سے باسکٹ پر نگاہ ڈالی اور ذرا سا سنبھالتے ہوئے تفتیش کا سلسلہ وہیں سے جوڑنا چاہا۔

"کس نے بتایا ہے یہ رشتہ ایچ جی والی زرینہ آپا کا بتایا ہوا تو نہیں!"

اردگرد کے ٹریفک میں خلل پڑنا شروع ہو چکا تھا اور شجاعت انکل جو ابھی آؤٹنگ کی ایک لمبی ڈیوٹی بیگم کے ساتھ بھگتا کر آرہے تھے اب تک سخت بور ہو چکے تھے سو بائیک کو آگے بڑھاتے ہوئے جھنجلا کر بولے۔

"اب بس بھی کرو ذکی اور میں دونوں ہی تمہاری وجہ سے بندھے کھڑے ہیں۔"

پاری آنٹی "نہیں ہیں" کرتی ہی رہ گئیں' وہ خدا حافظ کہتے ہوئے اپنی بائیک آگے بڑھا لے گئے۔

ذکی گاڑی سڑک پر لا چکا تھا' بیگم اختر کی معنی خیز خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ ابھی تک شاک میں ہیں' مہرین نے ان کی کیفیت بھانپ لی۔

"چھوڑیں بھی امی کیوں دل پر لے رہی ہیں چلنے دیں پتہ اچھا ہے ذرا اسپنس میں ہی رہیں گی۔"

بیگم اختر نے ذرا سی گردن موڑ کر بیٹی کو دیکھا اور ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے بولیں۔ "یہ چھٹی بار ہے' پچھلی پانچ مرتبہ ذکی کا رشتہ ان کی دخل اندازی کی وجہ سے ہوتے ہوتے رہ گیا ہے۔ اپنی طرف سے تو آج پوری احتیاط کی بھی مگر یہ خیال تک نہیں آیا کہ یہ کہیں باہر ٹکرا جائیں گی۔"

"اس بار ایسا نہیں ہو گا۔" مہرین پرجوش ہونے لگی۔

"اول تو زرینہ آنٹی سے کچھ معلوم کر لینا ہی ان کے لیے ناممکن ہے آخر اتنی لڑائی ہے دونوں میں کہ ایک دوسرے کو دیکھ کر منہ پھیر لیتی ہیں اور دوسرے یہ کہ ہماری نینا کے گھر والوں کے ساتھ بات چیت کافی آگے بڑھ چکی ہے۔ آج جو انہوں نے خاص طور پر ذکی بھائی کو بلایا ہے تو یہی ان کی رضامندی کی نشانی ہے۔"

بیگم اختر ویسے بھی زیادہ پر امید رہنے والی خاتون نہیں تھیں' اس وقت ان کا دل بھی بیٹھا جا رہا تھا' مہرین کی ہاں میں ہاں ملانے کے بجائے بے مقصد ہی باہر سڑک پر آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھنے لگیں ان کی خاموشی بڑی ڈپریسنگ تھی۔

خاص طور پر ذکی کے لیے وہ غریب اس معاملے کو سب سے زیادہ جھیل رہا تھا۔ پچھلے چند سالوں سے اس کی شادی کے لیے کی جانی والی کوششوں نے اسے اچھا خاصا بیزار کر دیا تھا۔ بات شروع ہوتی اچھی خاصی بننے کی بھی امید ہوتی ایک دوسرے کے گھر آنا جانا بھی شروع ہو جاتا اور جب منزل قریب آنے لگتی تو پتہ چلتا کہ معاملہ وہیں کا وہیں ٹھپ ہو چکا ہے۔

کوئی نہ کوئی بات ایسی ہوتی کہ فریقین کے درمیان پائی جانے والی گرمجوشی سرد مہری میں بدلتی چلی جاتی۔

"بہر حال اب یہ تماشا مزید چلانے کی ضرورت نہیں ہے بات بنتی ہے بن جائے ورنہ۔۔"

اس کے بگڑے ہوئے انداز نے بیگم اختر کو سنبھلنے پر مجبور کر دیا اس ادھورے جملے میں انہیں بہت سی دھمکیاں چھپی دکھائی دینے لگیں۔

"کیوں نہیں بنے گی بات۔ اتنا اچھا لڑکا انہیں دوسرا مل بھی کہاں سکتا ہے۔ زرینہ آپا کہہ رہی تھیں کہ وہ لوگ سو فیصد تیار ہیں' بس ذرا رسما" ہاں کرنے کے لیے وقت لے رہے ہیں۔" وہ اپنی ٹینشن بھلا کر بیٹے کی دل جوئی میں لگ گئیں' اس کی طرف سے انہیں سب سے زیادہ یہ خدشہ رہتا تھا کہ وہ کسی لڑکی کے چکر میں نہ آجائے' اس کی فرم میں کئی لڑکیاں تھیں' جن سے پروفیشنل سطح پر اس کے بہت اچھے تعلقات تھے خطرے والی کوئی بات نہیں تھی مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتیں۔

"زرینہ آنٹی کو ہمیں ساتھ لے لینا چاہیے تھا وہ ضرور برا مانیں گی اپنا نظر انداز کیا جانا۔" مہرین نے ماں کی توجہ دوسری طرف دلائی وہ اب خود پر قابو پا چکی تھیں اپنا کام نکلوا لینے کے بعد متعلقہ فرد کو مزید لفٹ کرانے پر ان کی طبیعت کبھی مائل نہیں رہتی تھی اس وقت بھی لاپرواہی سے بولیں۔

"رہنے دو برا مانتی ہیں تو مانا کریں ہر وقت تو ان کو ساتھ لادے لادے نہیں پھرا جا سکتا' لڑکی والوں سے دس باتیں کرنے کے لیے ہوتی ہیں' سب کچھ تو ان کے سامنے نہیں کہا جا سکتا نا۔"

مہرین نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولنا چاہا مگر

انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔
"رشتے طے کرانے کی جو فیس ہے وہ ان کو دے دوں گی بات ختم ویسے بھی لڑکوں کے رشتے طے کرانے کون سے مشکل ہیں فیس تو بھاری وہ لڑکی والوں سے وصول کریں گی آخر اتنا اچھا لڑکا اتنا اچھا خاندان انہیں ۔۔۔"

ان کا اعتماد آہستہ آہستہ بحال ہونے لگا تھا' جو بھی کہیں کم تھا نینا کے گھر والوں کا اسٹیٹس خود منہ سے بولتا تھا اس شاندار گھر میں داخل ہونے تک وہ خود کو بہت سارے کمپلیکسز سے وقتی طور پر ہی سہی آزاد کر چکی تھیں۔

ہر بات ان کی مرضی کے عین مطابق تھی اجلا اجلا نکھرا نکھرا ماحول گھر والوں کے چہروں پر پھیلی ہوئی طمانیت اور بے فکری لوازمات سے بھری ہوئی ٹیبل اور سب سے بڑھ کر خود اپنے لیے ایک بے حد وی آئی پی ٹریٹمنٹ جو انہیں یہاں حاصل ہو رہی تھی وہ خود کو اسی ماحول کا ایک حصہ سمجھ کر بے حد مسرور اور پر اعتماد ہو رہی تھیں۔ نینا عام سی شکل و صورت کی لڑکی تھی مگر اپنے بیک گراؤنڈ کی بدولت بے حد لگژری لک دے رہی تھی۔ بیگم اختر کو اس پر بے ساختہ پیار آ رہا تھا اتنے دنوں کی کوفت' ٹینشن' تھکن کا اب نشان تک نہیں تھا۔ کسی بھی قسم کی پریشانی اور وسوسوں کا اس گھر میں داخلہ ممنوع تھا' بیگم اختر کو اس بات کا یقین ہو رہا تھا اور اس بے حد خوشگوار ماحول میں جہاں آسائشات کا شمار ضروریات میں ہوتا ہو' بیٹھ کر زندگی بہت چاہے جانے والی شئے محسوس ہو رہی تھی' مگر جانے کیوں چپکے سے ذہن کے کسی گوشے سے پاری آنٹی کا چہرہ جھانکنے لگا۔

ان کی طنزیہ مسکراہٹ اور کھوجتی نگاہوں کو نظر انداز کرنا بیگم اختر کے لیے کبھی بھی آسان ثابت نہیں ہوتا تھا اس وقت بھی ان کا خیال ان کی موجودگی سے کم زور آور نہ تھا وہ ذرا دیر میں ہی بے چین ہونے لگیں میزبانوں کے بھرپور اصرار پر بھی وہ برائے نام ہی کچھ کھا پائیں حالانکہ اپنے دل کی بدلتی ہوئی کیفیت کو چھپانے کی کوشش انہوں نے بدستور جاری رکھی اور مسکرا مسکرا کر باتیں کرتے ہوئے نینا کے گھر والوں پر اپنی خوش مزاجی کا پورا ثبوت فراہم کیا مگر پھر بھی۔ دل تھا' کمبخت اپارٹمنٹ کی سیڑھیوں پر ہی اوپر نیچے گھوم رہا تھا' چشم تصور میں انہوں نے بار بار پاری آنٹی کو زرینہ آپا کے دروازے پر کھڑا پایا۔

وہم کو حقیقت کے روپ میں ڈھلنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔ پاری آنٹی نے سارا سامان میاں کے سپرد کر کے نیچے سے ہی زرینہ آپا کے گھر کا رخ کیا تھا۔

"ناراضگی بھی انہوں سے ہی ہوتی ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ برسوں کی پرانی محبتیں ختم ہو گئیں سچی بات تو یہ ہے کہ مجھ سے تو اب رہا نہیں گیا' صبح اٹھتے ہی سوچ لیا تھا کہ آج ضرور زرینہ آپا کے پاس جاؤں گی جو بھی ناراضگی ہے میری طرف سے تو ختم سمجھئے' ہاں اگر آپ کے دل میں۔۔۔"

"ارے نہیں کیسی باتیں کرتی ہو میں تو بھول ہی گئی تھی کہ تم سے کوئی ناراضگی بھی ہے' تم نے خوامخواہ ہی اپنا دل برا کیا۔"

زرینہ آپا نے تجاہل کی انتہا کی دراصل پاری آنٹی کا لفٹ کی خرابی کے باوجود چوتھے فلور تک ملنے کے لیے چلے آنا ان کے دل کو بے حد بھایا تھا ورنہ دونوں کی پچھلی ملاقات جس قسم کی فیلنگز پر ختم ہوئی تھی وہ تو بس۔

چند جملوں میں مزید خیر سگالی کا اظہار کرنے کے بعد وہ اپنے اصل مطلب پر آ گئیں۔

"ذکی کے لیے تو بہت اچھا رشتہ بتایا آپ نے' میرے بلال کی کوئی پرواہ ہی نہیں کی۔" بڑا اپنائیت بھرا شکوہ تھا۔

زرینہ آپا اپنی کوتاہی کا ازالہ کرنے کے لیے دل و جان سے مصر ہو گئیں۔

"بلال کے لیے کوئی کمی ہے لڑکیوں کی' تم کہو تو آج ہی لے چلتی ہوں دو چار گھروں میں۔"

پاری آنٹی نے ایک ٹھنڈی سانس لی ان کا اندازہ

درست نکلا تھا بقیہ معلومات حاصل کرنے میں صرف چند منٹ لگے نینا کا تعلق ایک اچھے کاروباری گھرانے سے تھا تین بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی اور آئی بی اے سے فارغ التحصیل تھی۔

اتنی ساری خوبیاں سن کر پاری آنٹی کا دل بیٹھنے لگا دراصل ان کی اور بیگم اختر کی ٹرمز اور کنڈیشن میں غضب کی یکسانیت تھی۔ ایک ہی مالیت کے گھر ایک سا رکھ رکھاؤ اور اپنے اکلوتے بیٹوں کی یکساں قابلیت کے ساتھ دونوں کے لیے بہو کی تلاش ایک چیلنج بنی ہوئی تھی دونوں کو جن خوبیوں کی تلاش تھی ان میں ذرا بھی فرق نہیں تھا اور یہی ایک بات دونوں کے درمیان ایک بڑے تنازعے کی شکل اختیار کر چکی تھی۔

"ہر وقت کا آنا جانا ہے مگر ذرا بھی ہوا نہیں لگنے دی بیگم اختر نے۔ ہم ہی ہیں جو ہمارے محبت کے ایک ایک بات جا کر انہیں سناتے ہیں۔" وہ ایک دم ہی بہت بھولی سی بن گئیں۔

"کیا کریں آج کل زمانہ یہی ہے لوگوں کی آنکھ میں مروت نام کی کوئی شے باقی نہیں رہی ہے اپنا کام نکالا اور پھر تم کون اور میں کون؟" زرینہ آپا نے ان کی ہمنوائی میں دیر نہیں کی دراصل یہ سن کر کہ آج انہیں پوچھے بغیر لڑکی والوں کے گھر جایا گیا ہے وہ اپنی سخت انسلٹ فیل کر رہی تھیں قاعدے کی رو سے رشتہ طے ہونے تک کے ہر پروگرام میں ان کی شمولیت لازم تھی اس کے بعد اپنی فیس لے کر وہ علیحدہ ہو جاتی تھیں یہ طریقہ ان کا اپنا وضع کردہ تھا۔

"تم کہو تو میں ابھی لڑکی والوں کے گھر فون کر کے ٹائم لے لیتی ہوں دو تین بہت اچھی لڑکیاں ہیں میری نظر میں بلال کے ساتھ بہت اچھا میچ رہے گا۔" ان کی پروفیشنل سینس بحال ہونی شروع ہوئی مگر پاری آنٹی کو فی الوقت کسی اور میں ذرا بھی دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی انہیں یقین تھا کہ زرینہ آپا کے پاس موجود رشتوں میں بیگم اختر نے سب سے بہترین پیس چنا ہو گا۔

"پھر کسی وقت سہی!" کہہ کر وہ وہاں سے بڑے بجھے دل سے رخصت ہوئیں البتہ یہ تاکید ضرور کی کہ اگر کسی وجہ سے ذکی کی وہاں بات نہ بن پائے یا ویسے ہی اگر زرینہ آپا لڑکی والوں کے کان میں یہ بات ڈال دیں کہ ایک اور بہترین رشتہ دستیاب ہے تو پھر وہ انہیں خوش کر دیں گی۔

اس خوش کر دینے والی اصطلاح پر اب زرینہ آپا بھی زیادہ کان نہیں دھرتی تھیں کئی بار پہلے بھی وہ اس چکر میں اپنا نقصان کرا بیٹھی تھیں اس مرتبہ تو بیگم اختر سے تگڑی فیس حاصل ہونے کے امکان پوری طرح روشن تھے۔

تھکے تھکے قدموں سے وہ اپنے بلاک کی طرف آئی تھیں۔ لابی میں داخل ہوتے ہی ان کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ سامنے ہی صبا کھڑی تھی۔

وہ اکیلی نہیں تھی اس کے ساتھ بلال بھی تھا دونوں جانے کب سے وہاں باتوں میں مصروف تھے اس تھوڑے سے وقت کو شیئر کرنے کی خوشی دونوں کے چہروں پر پھیلی ہوئی تھی۔

"تمہیں میں نے صبح پلمبر کو لانے کے لیے کہا تھا! کچن کے دونوں نل ٹپک رہے ہیں۔ مگر یاد کہاں رہا ہو گا۔" صبا کے سلام کو یکسر نظر انداز کر کے وہ بلال پر برس پڑیں۔

"پلمبر بہت دیر پہلے آ کر جا چکا ہے امی!" بلال کے چہرے پر خفت پھیلی ہوئی تھی صبا کے سامنے ماں کے اس انداز پر وہ شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔

پاری آنٹی کو اپنی بات کے بے تکے پن کا احساس تھا جتنے گھنٹوں سے وہ گھر سے باہر تھیں اتنے عرصے میں کوئی بھی کام باآسانی ہو سکتا تھا مگر کیا کرتیں بلال کا صبا کی طرف جھکاؤ ان کے لیے سخت ناقابل برداشت تھا صبا نہ جانے کس کام کے لیے نیچے آئی تھی تیز قدموں کے ساتھ باہر کی طرف چلی گئی۔ بلال نے اسے جاتا دیکھا اس کی نگاہوں میں رنج کی ہلکی سی لہر محسوس ہو رہی تھی۔

"صبا کی انسلٹ کر کے نہ معلوم آپ کو کیا خوشی ملتی ہے وہ غریب تو ابھی ابھی نیچے آئی تھی۔" بلال کے

لہجے میں تلخی تھی پاری آنٹی کو اس کا صبا کا یوں سائیڈ لینا بے حد کھلا تھا غلطی کا ہلکا سا احساس جو دل میں جاگ رہا تھا اس نے دوبارہ آنکھیں موند لیں آس پاس سے لوگ گزر رہے تھے اس لیے کوئی مناسب سا جواب دینے کا ارادہ ملتوی کر کے وہ لفٹ کی طرف بڑھ گئیں۔
بلال بھی پیچھے ہی تھا لفٹ میں دو خواتین اور تھیں اس لیے ماں بیٹے کے درمیان خاموشی کا دورانیہ کچھ اور طویل رہا گھر میں داخل ہونے کے بعد ان کا سارا ضبط البتہ رخصت ہوا۔

بلال کو بے بھاؤ کی پڑیں!

پاری آنٹی نے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ جو کچھ چاہ رہا ہے وہ کبھی ممکن نہیں ہو سکے گا۔

"غضب خدا کا لوگ کہاں سے کہاں پہنچنے کی پلاننگ کر رہے ہیں اور میں ایسی پھٹیچر سی لڑکی کو اپنے گھر اٹھا لاؤں سارے زمانے کو خود پر ہنسوانے کے لیے۔" ان کا لہجہ اٹل تھا۔

آج سے پہلے یہ موضوع گھر میں اتنے واضح انداز میں نہیں اٹھا تھا۔ بلال بھی جو پہلے صرف اپنے رویے سے اپنی مرضی کا اظہار کرتا تھا۔ آج کھل کر اپنی مرضی کا اظہار کر گیا۔

"مجھے کسی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ صبا سے شادی کا فیصلہ میں نے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔"

اس کا اتنا کہنا ہی پاری آنٹی کے تن بدن میں آگ لگا گیا اول تو وہ اپنے گھر میں خود اپنے علاوہ کسی دوسرے کو سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں سمجھتی تھیں دوسرے بیگم اختر کے ساتھ جو محاذ آرائی اب اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی اس میں پسپائی کی سب سے خراب صورت یہی تھی کہ وہ انہی کی یتیم و یسیر بھتیجی اپنے گھر اٹھا لائیں۔

بلال اپنی بات کہہ کر نیچے جا چکا تھا' شجاعہ انکل بھی گھر پر موجود نہیں تھے پاری آنٹی کو دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے دو بے ضرر سامع دستیاب تھے بلال سے چھوٹی ان کی دونوں بیٹیاں فرح اور فوزیہ دونوں ہی کو انہوں نے شروع سے بہت کنٹرول میں رکھا ہوا تھا سو دونوں ہی خاموشی سے ان کا غصہ ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرتی رہیں ان کا ووٹ بلال کے حق میں تھا صبا سے ان کا پرانا ساتھ تھا۔ اس کی خوبیوں کی وہ لوگ دل سے معترف تھیں۔

♥ ♡ ♡ ♥
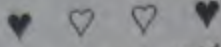
ریشمی کپڑوں کا خاصا بڑا ڈھیر بیڈ پر موجود تھا کارپٹ پر رکھے بڑے سارے اٹیچی کیس میں بھی نہ جانے کیا کچھ تھا مہرین اور بیگم اختر دونوں ہی سر جوڑے بے حد مصروفیت میں گھری ہوئی تھیں۔

"کتنے سوٹ بڑھائیں گی آخر۔ آپ تو سارے اچھے کپڑے نینا کو ہی دے رہی ہیں۔" مہرین کچھ خفا سی تھی۔

بیگم اختر نے محبت سے بیٹی کی طرف دیکھا اور بولیں۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو نینا کے گھر والوں پر امپریشن جمنا بہت ضروری ہے اتنا بہت سا جہیز لے کر آ رہی ہے تو ہماری طرف سے بھی کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے۔"

"سوچ لیجیے اس امپریشن جمانے کے چکر میں ہم بالکل خالی ہوتے جا رہے ہیں زیور بھی آپ نے سارا نینا کے لیے۔"

"اوں ہونہہ خدا نہ کرے جو ہم خالی ہوں۔" بیگم اختر کو بیٹی کی کسی بات سے وہم آیا تو بیچ میں ہی سے اس کی بات کو کاٹا۔

"دیکھنا تو سہی اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر تمہیں دلواؤں گی بھائی بھاوج سے؟" انہوں نے آگے کے لیے بھی بہت کچھ سوچ رکھا تھا۔ یہ اگلا چیپٹر کیونکہ مہرین کے متعلق تھا اس لیے وہ بہت دلچسپی سے سنے گئی ٹیلر کے ہاں لے جانے کے لیے الگ کیے جانے والے کپڑے یونہی بیچ میں رہ گئے۔

"شکر ہے اتنے عرصے کی محنت ٹھکانے لگی آگے کا راستہ تو اب خود بخود صاف ہو گا ایک بار گھر کا اسٹینڈرڈ ہائی ہو جائے پھر کوئی مسئلہ باقی نہیں رہنے والا؟"

اس بے حد خوشگوار ماحول میں مستقبل کے

سارے امکانات روشن نظر آرہے تھے۔

مہرین کا موڈ ایک دم ہی بے حد اچھا ہو گیا۔

صبا دوپہر کے کھانے کے متعلق کچھ پوچھنے اندر آئی تو یہ مینا بازار سجا دیکھ کر رک سی گئی۔

"امی صبا کے بھی تو کپڑے بننے ہیں نا۔" مہرین نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے قریب ہی بٹھا لیا۔

"ایسا کرو ان میں سے کوئی سوٹ تم بھی اپنے لیے پسند کرلو۔"

اس کی یہ سخاوت والدہ محترمہ کو ذرا بھی نہ بھائی "احمق کہیں کی" انہوں نے دل ہی دل میں اسے القاب سے نوازا ایک سے ایک قیمتی سوٹ تھا صبا نہ جانے کس پر ہاتھ رکھ دیتی' وہ اسے وہاں سے ٹالنے کا کوئی بہانہ سوچ ہی رہی تھیں کہ وہ خود ہی کھڑی ہو گئی۔

"اچھے خاصے کپڑے ہیں میرے پاس انہی میں سے کوئی پہن لوں گی ذکی بھائی کی شادی میں۔"

"دیکھا کس قدر سمجھدار ہے میری بیٹی تمہاری طرح نہیں جو ایک کی جگہ سو خرچ کرنے پر تلی رہتی ہو شروع سے ہی بہت صابر اور کہنا ماننے والی ہے۔"

صبا کے لبوں پر پل بھر کے لیے ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

ایسی مصلحت کی پیاری تعریفوں کو سنتے ہوئے وہ چھوٹی سے بڑی ہوئی تھی اور اب ان کے بین السطور معنوں کو فوراً ہی سمجھ جاتی تھی۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی تو وہ فوراً ہی کمرے سے باہر نکل گئی ذکی کے کسی دوست کا فون تھا اسے اٹینڈ کرتے ہوئے اپنی گیلی ہوتی ہوئی آنکھوں کو اس نے زور سے مسلا۔

"دل بھی کیا ڈھیٹ شے ہے ہزار محرومیاں جھیل کر بھی اس کی حساسیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی ایک ذرا سی ٹھیس لگی اور سارے سوئے ہوئے زخم جاگ اٹھے۔" صبا نے کچن کی طرف جاتے ہوئے سوچا۔

اندر کمرے میں بیگم اختر مہرین کو سرزنش کر رہی تھیں۔

"یوں بات بے بات ہمدردی جتانے مت بیٹھ جایا کرو تم دونوں بہن بھائیوں کو ذرا سی دیر میں جذباتی ہو جانے کی عادت ہے۔"

مہرین نے ان کی بات کاٹنا چاہی مگر وہ اپنی ہی کہے گئیں۔

"وہ تو یہ کہو کہ ذکی کا ذہن دوسری طرف کرنے میں کامیابی ہو گئی ورنہ تو ان کی بھی ساری ہمدردیاں اسی کے ساتھ ہوتی جا رہی تھیں اب بتاؤ نینا اور صبا کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے؟"

مہرین نے نفی میں سر ہلایا۔

بیگم اختر کا بیان ابھی جاری تھا صبا پر کی گئی نوازشات کی تفصیل بمع اپنے جزئیات کے انہیں ازبر تھی ہاں اگر کوئی اجنبی اس وقت ان کی یہ تقریر سن لیتا تو اسے بھی اس بات پر یقین نہیں آتا کہ احسانوں کا انبار وہ جس ہستی پر لاد رہی ہیں وہ کوئی غیر نہیں ان کی اپنی اکلوتی بھتیجی ہے ان کے اکلوتے مرحوم بھائی کی آخری نشانی۔

برسوں پہلے جب اچانک ہی ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں ان کے بھائی بھاوج انتقال کر گئے تھے' تب ہی سے صبا خود بخود ان کی سرپرستی میں آگئی تھی یہ نیکی کمانے کا انہیں کوئی خاص شوق تو نہیں تھا مگر حالات کچھ ایسے بنے کہ انہیں یہ ذمہ داری اپنے سر لینی ہی پڑی اور اس زبردستی کے سودے میں صبا کے کھاتے میں تسلسل کے ساتھ خسارے کا اندراج ہوتا چلا گیا۔

♥ ♡ ♡ ♥
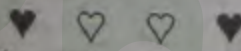
مہرین کو ٹیلر کے پاس جانا تھا' اس کے علاوہ بھی کئی کام ادھورے پڑے تھے بیگم اختر مہرین کے ساتھ بازار جانے سے بہت گھبراتی تھیں وہ بہت دل جمعی کے ساتھ شاپنگ کرتی ایک چیز کے لیے دس دکانوں میں جھانکنا اسے ذرا بھی بور نہیں کرتا تھا اور بعض اوقات اتنی طوالت کے بعد بھی اس کا اطمینان نہیں ہو پاتا تھا۔

کئی بار کی کوفت اور بے زاری اٹھا لینے کے بعد

انہوں نے دو سراہٹ کے لیے صبا کو اس کے ساتھ بھیج کر دیا تھا۔

"کتنی دیر ہے آخر۔" مہرین نے پانچویں بار کچن میں جھانکا۔

"آج تم کچھ زیادہ سلو نہیں ہو رہی ہو صبا اب تک تو دس بار کھانا پک چکا ہوتا۔"

اس کا یہ تنقیدی تبصرہ صبا نے بڑے صبر سے سنا دل تو چاہا کہ کہہ دے کہ بی بی اپنے کمرے سے کچن تک کی ریڈ کرنے کے بجائے تم ان چار ڈشز کے مینو کو تیار کروانے میں میری مدد کر دیتیں تو یقیناً" کام اب تک ختم ہو چکا ہوتا مگر سچ کہنا بھی کہاں اتنا آسان ہے اور وہ بے چاری بھی بہت رسان سے اتنا ہی کہہ سکی کہ بس وہ ابھی پانچ منٹ میں آ رہی ہے۔

"گھنٹہ بھر تو ٹیلر کے ساتھ دماغ سوزی میں نکل جائے گا مجال ہے جو کوئی بات آسانی سے اس کی سمجھ میں آجائے اور اس پر کبھی اپنے غلطی نہیں مان کر دیتا" پارکنگ ایریا کو کراس کر کے گیٹ کی طرف جاتے ہوئے مہرین مسلسل بولے جا رہی تھی یہ بولنے کی عادت یقیناً" والدہ محترمہ کی جانب سے ملی تھی۔

"آدھا دن تمہارے کاموں کی نذر ہو گیا اگر صبح ہی صبح تم نے اپنا کام ختم کر لیا ہوتا تو میرا کتنا وقت بچ جاتا۔"

صبح سویرے سے لے کر رات گئے تک جتے رہنے کے بعد بھی اسی قسم کے ریمارکس سننا اب کوئی نئی بات نہیں رہی تھی صبا خاموشی سے سر جھکائے اس کے ساتھ چلتی رہی گیٹ تک پہنچتے ہی مہرین کو کچھ اور کپڑے یاد آ گئے جنہیں وہ اوپر ہی بھول آئی تھی۔

"تم یہیں رکو ای کو ملیں گے نہیں میں خود ہی جا کر لاتی ہوں۔" مہرین اس کا جواب سنے بغیر تیز قدموں سے واپس مڑ گئی۔ صبا ذرا ایک طرف کو ہو کر درختوں کے پاس کھڑی ہو گئی ایک دم ہی وہاں بلال آ گیا۔

"تمہیں جاتا دیکھ کر میں سوچ ہی رہا تھا کہ کسی طرح تم سے بات ہو جائے ابھی آواز دینے والا تھا۔" وہ یقیناً" پہلے سے ہی کمپاؤنڈ میں موجود تھا مگر اپنی سر جھکا کر چلنے کی عادت کے بدولت وہ عام طور پر عافیت میں رہتی تھی۔

"دراصل اس دن کے امی کے رویے پر تمہیں سوری کہنا چاہ رہا تھا تم کہیں نظر ہی نہیں آ رہی تھیں، کتنی دفعہ تمہارے گھر بھی آیا مگر غائب اور اس مہرین کو برداشت کرنا۔۔۔"

"بلال!" اس نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔

"پلیز یوں میرا راستہ روک کر مت کھڑے ہو جایا کرو اس روز بھی تمہاری امی نہ جانے کیا سمجھ بیٹھی تھیں۔" صبا کا چہرہ سرخ پڑنے لگا۔

"مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی کیا سمجھتا ہے چاہے وہ امی ہوں یا۔۔۔" وہ بڑے مضبوط لہجے میں آگے بھی کچھ کہنے جا رہا تھا مگر صبا سننے کے لیے تیار ہی نہیں تھی۔

"مجھے پرواہ ہے نہ صرف تمہاری امی کی بلکہ ہر ایک کی تم کیوں انہیں میرے متعلق الٹا سیدھا امپریشن دے رہے ہو۔"

بلال نے محسوس کیا کہ وہ بالکل رو دینے کے قریب ہو رہی ہے وہ اسے بہت اچھی طرح سمجھتا تھا بچپن سے ہی ایسی تھی بات بات میں آنسو بہانے والی اب کچھ سال سے اس نے البتہ سب کے سامنے آنسو بہانے کا شغل ترک کر دیا تھا۔

بلال کی نگاہوں کو خود پر محسوس کر کے وہ گردن موڑ کر اسی طرف دیکھنے لگی جہاں سے مہرین کو آنا تھا۔

"میری بات سنو خوامخواہ کی ٹینشن مت لیا کرو سمجھیں۔ میرا جو فیصلہ ہے وہ اٹل ہے اور بہت جلد سب کو مان لینا پڑے گا۔"

صبا نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا بلال کے لہجے کی سچائی اس کی شفاف آنکھوں سے عیاں تھی۔ زندگی میں خوشی کا اولین احساس اسی نے جگایا تھا گو آج سے پہلے اس قدر واضح الفاظ اس نے بھی استعمال نہیں کیے تھے مگر ایک احساس ضرور تھا جو زندگی کو کچھ آسان کیے دے رہا تھا بے اختیار ہی اس کا دل چاہا کہ اس لمحے کو چپکے سے اپنی مٹھی میں بند کر لے مگر صرف

دل ہی کی حکمرانی میں زندگی کہاں بسر ہوتی ہے؟
صبا کے پاس بھی کیسا ہی سہی اپنا فلسفہ حیات موجود تھا پاری آنٹی کی سرد مہری اس سے بھلائے نہیں بھولی تھی توہین کے اس احساس میں جس نے پچھلے چند دنوں سے اسے بے کل کیا ہوا تھا اسی طور کمی آسکتی تھی کہ وہ زندگی کی اس اکلوتی خوشی کو دروازے سے ہی رخصت کر دے سو اپنی ساری ہمت کو جمع کر کے اس نے بلال جیسے خوش فہم کو مایوس کرنے کی ٹھانی۔

"یک طرفہ فیصلوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی بلال صاحب اور یہ پبلک پلیسز پر کھڑے ہو کر عشق بگھارنے کو نہ تو میں افورڈ کر سکتی ہوں اور نہ ہی اس کی چاہ رکھتی ہوں میری بات آپ کی سمجھ میں آ گئی ہو گی۔" سامنے سے مہرین آ رہی تھی اور اپنی بات کا ردعمل دیکھنے کی اسے ضرورت بھی نہیں تھی وہ تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھ گئی۔

سردی کی نرم دھوپ میں مہرین کے ساتھ ٹیکسی کے انتظار میں کھڑی جب وہ اپنے طور پر بہادری کا ایک اعلیٰ مظاہرہ کر چکی تھی۔ یہ محسوس کر کے بے حد حیران ہوئی کہ آنسوؤں کی ایک باریک سی لکیر گالوں تک آ پہنچی ہے۔

"حد ہے تمہاری بھی صبا بیگم۔" ہتھیلی سے گالوں کو رگڑتے ہوئے اس نے خفت سے سوچا۔

♥ ♡ ♡ ♥
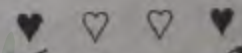
بیگم اختر کی صحیح معنوں میں لاٹری کھلی تھی۔

سارا گھر نینا کے جہیز کے سامان سے یوں اٹا اٹ بھرا تھا کہ بالکل ہی اجنبی دکھائی دینے لگا تھا۔

فرنیچر، کارپٹ، کراکری کے کارٹن، ڈیپ فریزر، ٹی وی، واشنگ مشین کے علاوہ بھی چھوٹی موٹی مشینری کی بہتات تھی۔ ویکیوم کلینرز سے لے کر ٹوسٹر تک مکمل رینج دستیاب تھی اور ان ساری چیزوں نے اس تین بیڈ روم والے اپارٹمنٹ کی یوں کایا پلٹی تھی کہ گھر والے خود بھی گھر میں قدم رکھتے تو پل بھر کے لیے یوں بوکھلاتے جیسے کسی دوسرے کے گھر میں قدم رکھ دیا ہو۔

جہیز میں آنے والا خوب صورت صوفہ سیٹ ولیمہ کے تیسرے دن ہی لاؤنج میں لگوا لیا گیا تھا گھر کی شان دوبالا کرنے کے لیے یہ تیر بہدف نسخہ ثابت ہوا آنے والے کی نگاہ سب سے پہلے یہیں پڑتی اور وہ مارے مرعوبیت کے باقی سارا وقت بیگم اختر کی قصیدہ خوانی میں مصروف رہتا اور بیگم اختر ماشاء اللہ ماشاء اللہ کی گردان کے ساتھ سر ہلاتے ہوئے ایک شان بے نیازی کے ساتھ سنا کرتیں آج کل آنے جانے والوں کا سلسلہ بڑھا ہوا تھا۔ کچھ لوگ واقعی ملنے آئے تھے مگر ان کی تعداد کم تھی زیادہ تر کے لیے بیگم اختر کی بہو کا جہیز "خاصے کی چیز" بنا ہوا تھا جسے ایک وزٹ میں دیکھنا ناممکن تھا روزانہ ہی کوئی نیا بیگ یا کارٹن کھل رہا تھا جس میں کوئی نہ کوئی چیز نکل کر گھر کے کسی کونے میں سج جاتی۔

پاری آنٹی کا بھی صبح سے یہ تیسرا چکر تھا۔

"یہ آج دوپہر کیسی کھڑبڑ ہو رہی تھی مزدور چڑھ اتر رہے تھے کیا؟" بے حد انجان بن کر انہوں نے سوال کیا تھا حالانکہ کی ہول سے لگ کر بنفس نفیس معائنہ کر چکی تھیں۔

"وہ آنٹی، نینا کے گھر سے ٹیرس کے لیے فرنیچر کا سیٹ آیا ہے آئیں دیکھیں نا کتنے کمال کی چیز ہے۔" مہرین نے پرجوش ہو کر انہیں دعوت دے ڈالی وہ تو خدا سے چاہ رہی تھیں کہ بلاوا ملے اور اندر پہنچیں ذرا سے سوراخ سے دیکھنے میں بھلا کیا مزا تھا۔

راٹ آئرن کا بلیک پالش شدہ فرنیچر ٹیرس پر جگمگا رہا تھا دو بالکل جدید انداز کی کرسیاں ایک سیٹی ایک ہک میں لگا ہوا جھولا گملوں کے اسٹینڈ اور کافی ٹیبل پاری آنٹی نینا کے گھر والوں کے ذوق کی دل سے قائل ہو گئیں۔

"بڑے دل والے لوگ ہیں ذکی کی سسرال والے بیٹیوں کو دینے میں دس قدم آگے ہیں۔" انہوں نے خراج تحسین پیش کیا بیگم اختر کو اس تعریف کے پیچھے چھپے حسد کا اچھی طرح پتا تھا مگر جواباً "محبت جتانا بھی ضروری تھا۔

"بس جی اللہ کی مہربانی ہے اس نے برسوں کا خواب پورا کیا میری مانو تو تم بھی اب بلال کی شادی کر ڈالو کوئی لڑکی دیکھی ؟"

"آں... ہاں سوچ تو رہی ہوں کہ یہ کام اب کر ہی ڈالوں" پاری آنٹی گردوپیش میں محو تھیں اس اچانک سوال پر تھوڑی گڑبڑائیں۔

بلال کے رشتے کے سلسلے میں ان کی بھاگ دوڑ سے آس پاس کی ساری بلاک والیاں واقف تھیں مگر انہوں نے کبھی اس بات کو قبول کر کے نہیں دیا تھا ان کے خیال میں وہ یہ معرکہ انتہائی رازداری کے ساتھ سرانجام دے سکتی تھیں ذکی کی شادی کے بعد سے تو ان کا یہ عزم مزید پختہ ہوتا جا رہا تھا۔

"نینا نظر نہیں آ رہی ؟! اپنے کمرے میں ہوگی۔" انہوں نے بات کا رخ موڑتے ہوئے قیاس آرائی کی۔

"میں تو جب بھی آتی ہوں کبھی باہر نہیں ملتی۔"

"ابھی ابھی تو گئی ہے اندر ورنہ یہیں بیٹھی تھی میرے پاس۔"

بیگم اختر نے فوراً ہی اپنی بہو کا دفاع کیا اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے چشم پوشی کرنے کا ان کا پکا ارادہ تھا اس قدر شان بڑھانے والی بہو کو کچھ نہ کچھ رعایت تو ملنی چاہیے تھی آخر۔

"خیال رکھیے گا آج کل لڑکیاں شروع سے ہی سسرال کو ایک فاصلے پر رکھنے کی پالیسی اپنا لیتی ہیں خدمت گزاری اور سسرال والوں کا دل جیتنے کا فارمولا تو کب کا پٹ چکا ہے اب تو صرف میاں کو مٹھی میں کرنے کے جتن کیے جاتے ہیں۔"

پاری آنٹی کا تجزیہ ہولا دینے والا تھا مگر سچ تھا بیگم اختر کا اعتماد بھی متزلزل ہونے لگا مگر پاری آنٹی کے سامنے وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھیں سو ایک پھیکی سی مسکراہٹ چہرے پر لانے میں کامیاب ہو ہی گئیں۔

"زمانے میں کچھ بھی ہوتا ہو مجھے تو شکر ہے کہ بہت ہی اچھی بہو ملی ہے اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ ذکی جیسا فرمانبردار بیٹا کوئی کوئی ہوتا ہوگا۔"

ان کا یہ آخری جملہ پاری آنٹی کے دل کو لگا ذکی کا انہوں نے جب بھی بلال سے مقابلہ کرنا چاہا ذکی کا پلڑا ہمیشہ ہی بھاری رہا وہ جس قدر بیگم اختر کے کہے میں تھا اس پر انہیں ہمیشہ ہی رشک آتا تھا جبکہ بلال پچھلے ہفتہ بھر سے وہ جس طرح منہ بنائے گھوم رہا تھا اور بات بات پر کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا وہ سخت ناقابل برداشت تھا۔

پاری آنٹی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کس طرح لائن پر لایا جائے جب تک بات نہیں کھلی تھی تب تک تو پھر بھی خیر تھی مگر اب تو وہ صبا کے علاوہ کسی اور کا نام سننے سے بھی منکر تھا۔

پاری آنٹی کو ڈیپریشن ہونے لگا۔

بیگم اختر کا سجا بھرا گھر

کامیابی در کامیابی!

اور وہ خود کس قدر جھمیلوں میں جان پھنسائے ہوئے ہیں۔ انہیں خود پر ترس آنے لگا ضروری کام کا بہانہ کر کے وہ اٹھ گئیں۔ کچن کے پاس سے گزرتے ہوئے انہیں صبا کی جھلک نظر آئی تو خود بخود ان کے چہرے کے تاثر بگڑ گئے سارے فساد کی جڑ وہی تو تھی۔

"امی، امی!"

ادھ کھلے دروازے سے فرح آوازیں دے رہی تھی زرینہ آپا کا فون آیا ہوا تھا وہ ہولڈ کیے ہوئے تھیں۔

پاری آنٹی بے تابی کے ساتھ اپنے دروازے میں گھس گئیں زرینہ آپا کے ساتھ طویل گفتگو نے ٹانک کا کام کیا جو سلسلہ انہوں نے آج کل دراز کیا ہوا تھا اسی کے حوالے سے اچھی خبر تھی۔

پچھلے دنوں جو لڑکی زرینہ آپا نے دکھائی تھی پاری آنٹی کو پسند آ گئی تھی اور لڑکی سے زیادہ اس گھرانے کی بود و باش نے انہیں متاثر کیا تھا۔ نینا کی بیگم اختر کے ہاں آمد کے بعد اب وہ بھی بھلا کم پر کیا سمجھوتہ کرنے کا سوچتیں سو سارے رسمی تکلفات کو بالائے طاق رکھ کر انہوں نے زرینہ آپا کے سامنے اپنی ڈیمانڈ رکھ دی تھی جن پر وہ بے چاری بڑی دیر حیران رہیں۔

"کہنے کی کیا ضرورت ہے پاری وہ لوگ خود ہی سب کچھ دیں گے اتنے صاحب حیثیت لوگ ہیں آخر۔"

پر وہ کوئی رسک لینے کو تیار نہیں ہوئیں۔

"تم بھی بات صاف کر لینا بہتر ہے زرینہ آپا خواہ مخواہ بعد میں الجھنیں پیدا ہوں۔ میرا تو ایک ہی بیٹا ہے کون سا اور دو تین بہوئیں آنی ہیں۔"

زرینہ آپا نے ان کے بے لچک انداز کو دیکھا تو لڑکی والوں سے بات کرنے کا وعدہ کر لیا اس وقت کا فون یہی خوش خبری لیے آیا تھا کہ لڑکی والے ان کی ہر فرمائش کو سر آنکھوں پر جگہ دینے کے لیے تیار ہیں۔

غم کی طرح خوشی بھی اکیلے نہیں سہی جاتی۔

انکل شجاعت اور بلال دونوں گھر پر نہیں تھے اور ہوتے بھی تو وہ بھلا اس خوش خبری کو سننے کے لائق کہاں تھے۔ یہ سعادت فرح اور فوزیہ کے حصے میں آئی۔

فرح کو ویسے بھی وہ لڑکی دیکھنے کے لیے اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔

"ایک سے دو کی رائے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔"

انہوں نے وجہ تسمیہ بیان کی تو وہ بے چاری سر ہلا کر رہ گئی تھی اس کی رائے کی کتنی قدر و قیمت ہے وہ یہ بات اچھی طرح جانتی تھی۔

"اب ذرا آنکھیں کھلیں گی بہت اترائی اترائی گھوم رہی ہیں ذکی کی شادی کر کے۔"

پاری آنٹی کے انداز میں ایک نیا جوش آ چکا تھا۔ کچھ دیر پہلے وہ خود کو جس قدر بے چاری سی محسوس کر رہی تھیں اس کیفیت کا اب نام و نشان تک مٹ چکا تھا۔

"نینا بھابھی کے گھر والوں نے تو خود ہی سب کچھ دیا ہے مگر اس طرح خود سے کہنا تو بہت برا لگتا ہے امی۔"

"کوئی برا ورا نہیں لگتا اور تم سے کس نے رائے مانگی ہے جو مجھے عقل دے رہی ہو" فرح کا کہنا انہیں بری طرح تپا گیا مگر اسی وقت فوزیہ بھی بول پڑی۔

"بلال بھائی کبھی بھی نہیں مانیں گے ان سے پوچھے بغیر آپ کو اتنی بات نہیں بڑھانی چاہیے۔"

لمحے بھر کے لیے پاری آنٹی حیرت زدہ سی ہو گئیں۔

فرح اور فوزیہ کی یہ دبی دبی سی مخالفت غیر متوقع تھی۔ ان دونوں نے ہمیشہ ہاں میں ہاں ملانے کا فریضہ انجام دیا تھا۔

بلال کے رویے نے انہیں ویسے ہی جذباتی کر رکھا تھا کہ اب یہ دوسرا محاذ کھلتا دکھائی دینے لگا انہوں نے دونوں کی اچھی طرح خبر لے ڈالی۔

"بہت بولنا آ گیا ہے تم لوگوں کو یہ سب مہرین کی صحبت کا نتیجہ ہے۔ جس طرح وہ ہر معاملے میں دخل دینا خود پر فرض کیے ہوئے ہے وہی انداز تم بھی اپناتی جا رہی ہو لیکن میں برداشت نہیں کر سکتی سمجھیں اس گھر میں وہی کچھ ہونا ہے جو میں چاہوں گی تم دونوں ہو یا بلال اس خوش فہمی میں مت رہنا کہ۔۔۔"

غصہ میں وہ خاصی ہسٹریکل ہونے لگتی تھیں اور اس وقت ذرا سا بھی اختلاف مزید شامت کو آواز دینے کا سبب بنتا تھا اور ان کے آگے کچھ کہنے کا یارا بھی بھلا کس میں تھا؟

گھر میں پھیلی ٹینشن رات کو اس وقت عروج پر پہنچی جب انہوں نے بلال اور شجاعت انکل کو مشترکہ طور پر اپنا فیصلہ سنا دیا یہ غیر یقینی سی صورت حال خود ان کے لیے بھی اب ناقابل برداشت ہو رہی تھی۔

"جو کچھ کر رہی ہوں اسی میں تمہاری بھلائی ہے وقت گزرنے کے ساتھ تمہیں بہت سی باتوں کا صحیح طور پر اندازہ ہو جائے گا زندگی گزارنا آسان نہیں ہے لیکن میں اسے تمہارے لیے تھوڑا بہت سہل کرنا چاہتی ہوں۔"

انہوں نے اپنی کارگزاری کی تفصیلات سنانے کے بعد بلال کو براہ راست مخاطب کیا وہ اب تک سر جھکائے خاموشی سے بیٹھا رہا تھا اس لیے تاثرات کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔

ان کی بات ختم ہونے پر اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ سر اوپر اٹھایا۔

اس کی آنکھوں میں پھیلی بے نیازی کو پاری آنٹی

نے پل کے ایک چھوٹے سے حصے میں بھانپا اور اپنا بایاں ہاتھ اس کی طرف اٹھا کر بولیں۔

"ایک منٹ بلال! صرف ایک منٹ کچھ کہنے سے پہلے میری ایک بات اور سن لو اگر اب بھی تمہیں میرے فیصلے سے اختلاف ہے اور تم اپنی ہی بات پر مصر ہو تو جو مرضی آئے کرو لیکن اس کے بعد تمہارا مجھ سے کوئی رشتہ باقی نہیں رہے گا تمہارے پاپا، تمہاری بہنیں چاہیں تو تمہاری خوشی میں شریک ہوں میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے لیکن میرا اس سارے سلسلے میں نہ کوئی رول ہو گا اور نہ دخل اور تمہیں اس سے کوئی فرق پڑے گا بھی نہیں، جن کی مائیں نہیں ہوتیں آخر ان کے بھی سب کام ہوتے ہی ہیں۔"

اپنی بات ختم کر کے وہ تیزی سے اپنے کمرے میں چلی گئیں نہ کوئی بحث نہ تکرار۔

بلال بنا کوئی لفظ کہے اپنی جگہ بیٹھا کا بیٹھا رہ گیا ماحول حد درجہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اس نے انکل شجاعت کی طرف دیکھا تو وہ اسی کی طرف متوجہ تھے ایک پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے انہوں نے تسلی آمیز انداز میں دھیرے سے سر ہلایا اس وقت شاید اس سے زیادہ کچھ اور وہ کر بھی نہیں سکتے تھے۔

پاری آنٹی نے اس بار واقعی دل میں کچھ ٹھان لی تھی اور اس بار لائن آف ایکشن بالکل مختلف تھی۔

وہ غصہ، طنطنہ، طنز آمیز گفتگو جو ان کی شخصیت کا حصہ تھا نہ جانے کہاں جا سویا تھا اور اس کی جگہ ایک گہری چپ نے لے لی تھی بلال کے ساتھ ساتھ انہوں نے گھر کے باقی لوگوں کے ساتھ بھی اپنا رویہ سرد تر کر لیا تھا۔ بلال کو تو خیر وہ اب مخاطب کرنا ہی چھوڑ چکی تھیں فرح فوزیہ اور انکل شجاعت بھی ان کی ناراضگی کی زد میں تھے دن بھر میں ایک آدھ جملے سے زیادہ کا التفات انہیں بھی عطا نہیں ہو رہا تھا۔ کھانے کی ٹیبل پر سب کے ساتھ بیٹھنا انہوں نے یکسر ترک کر دیا تھا فرح اور فوزیہ میں سے جو بھی ٹرے لگا کر ان کے بیڈ روم میں پہنچی اسے ناکام ہی واپس آنا پڑا۔ جس وقت بھوک محسوس ہوتی کچن میں جا کر خود ہی کچھ اپنے لیے بنا کر کھا لیتیں۔

فاصلے نہایت کم تھے تبدیلی کی اس لہر کو پڑوس میں بھی محسوس کر لیا گیا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے نا یار؟ اس قدر بجھی بجھی سی لگ رہی ہو باہر نکلنا بھی بالکل چھوڑ دیا ہے۔"

بیگم اختر کی تشویش بجا تھی اصل مسئلے کو گول کر کے پاری آنٹی نے خرابی صحت کی ہی آڑ لی بلڈ پریشر کی زیادتی انہیں کبھی کبھار ہو ہی جاتی تھی آج کل تو ویسے بھی روزانہ ہی ٹیبلٹ لینی پڑ رہی تھی۔

معلوم نہیں وہ مطمئن ہوئیں یا نہیں۔ البتہ دروازے پر کھڑے کھڑے ایک خوش خبری اور سنا گئیں۔

ان کی توقع کے عین مطابق مہرین کے لیے ایک نہایت اچھا رشتہ آ گیا تھا نینا ہی کی طرف کے کوئی لوگ تھے پیسے والے لوگ تھے مزید یہ کہ لڑکا خود بھی کسی غیر ملکی بینک کی برانچ میں اچھی پوسٹ پر تھا ان دو بنیادی خوبیوں کے بعد باقی ساری باتیں ثانوی تھیں۔

بیگم اختر کھلی جا رہی تھیں اپنی ہتھیلی پر سرسوں جمانے کی عادت کے باعث وہ اس معاملے کو بھی جلد از جلد نمٹانے کی فکر میں تھیں۔

"بس دو چار دن میں ہاں کہلوا دوں گی ان معاملوں میں زیادہ دیر کرنا بھی مناسب نہیں ہے دس لوگ بیچ میں بگاڑ پیدا کرنے کے لیے موجود رہتے ہیں۔"

آخری فقرہ ادا کرتے ہوئے ان کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ بھی چلی آئی جس کا مفہوم پاری آنٹی بخوبی سمجھتی تھیں۔

ذکی کی شادی نے بیگم اختر کو بے حد پر اعتماد کر دیا تھا پہلے کی طرح گھبرانے یا بات چھپانے کی وہ ذرا بھی کوشش نہیں کرتی تھیں بلکہ اب تو انہیں بجلیاں گرانے میں مزا آنے لگا تھا۔

پاری آنٹی ایک ٹھنڈی سانس لے کر اندر چلی آئیں آنے والی ہر خوشی دوسری بہت سی خوشیوں کا پیش خیمہ ہوتی ہے بیگم اختر کے گھرانے کو دیکھ کر اس

بات پر پوری طرح یقین آنے لگا تھا زندگی کے سارے خوب صورت رنگ وہاں آہستہ آہستہ پھیلتے جارہے تھے۔

جس دن صبا مہرین کی بات طے ہو جانے کی مٹھائی لے کر ان کے گھر آئی تو جملہ اہل خانہ لاؤنج میں ہی براجمان تھے محض اتفاقاً" ہی پاری آنٹی بھی وہیں بیٹھی بظاہر اخبار پڑھنے میں مصروف تھیں۔

دروازہ بلال نے کھولا۔

کئی دن بعد صبا سے یوں براہ راست سامنا ہوا تھا پچھلے سارے دنوں کی کوفت اور ٹینشن کو پل بھر میں مٹاتے ہوئے ایک گہری اور سچی خوشی دل پر وارد ہوئی۔

"کون ہے بھئی؟" انکل شجاعت نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے آواز لگائی۔

"آؤ آؤ صبا بیٹی اندر آؤ وہاں دروازے پر ہی کیوں رک گئیں۔" بلال کے کندھے کے عقب سے جھانکتے ہوئے صبا کے چہرے کو دیکھ کر انہوں نے اپنی فطری شگفتگی کے ساتھ کہا۔

وہ جو مٹھائی کی پلیٹ بلال کو تھما کر واپس ہونا چاہ رہی تھی 'تکلفاً" اندر چلی آئی۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام!" صرف شجاعت انکل ہی تھے جنہوں نے با آواز بلند اس کے سلام کا جواب دیا تھا فرح اور فوزیہ تو منہ ہی منہ میں کچھ بدبدا کر رہ گئی تھیں۔

"لاؤ دیکھیں کیا لائی ہو۔" انہوں نے بے تکلفی سے اس کے ہاتھ سے پلیٹ لی اور ایک گلاب جامن اپنے منہ میں رکھ لی۔

"واہ مزا آگیا جیتی رہو تمہارے پڑوس میں رہنے سے آج کل ہم بہت فائدے میں ہیں آئے دن مفت کی مٹھائی کھانے کو ملتی رہتی ہے۔"

صبا مسکرانے لگی شجاعت انکل کا شفقت بھرا رویہ ہمیشہ اس کا دل لبھاتا تھا وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کی عزت خود بخود کی جاتی ہے۔

بلال ایک سرخوشی کے عالم میں واپس اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ چکا تھا۔

"میں چلتی ہوں انکل' میں تو بس یہ مٹھائی۔"

"ہاں ہاں چلی جانا ایسی بھی کیا جلدی ہے فرح تم یہ پلیٹ تو خالی کر کے لا دو صبا کو۔"

انہوں نے فرح کو آرڈر کیا صبا کو چند منٹ رکنا پڑا وہ یہاں بالکل بھی نہیں آنا چاہ رہی تھی اپنے بارے میں پاری آنٹی کی فیلنگز سے اب وہ بڑی حد تک آگاہ تھی اور اس سلسلے میں مزید کسی ایشو کے لیے تیار نہیں تھی۔ گود میں دھرے دونوں ہاتھوں کی ہلکی سی لرزش کو بلال نے بھی نوٹ کیا پیلے اور سفید امتزاج کے سوٹ میں اس کا چہرہ ہمیشہ کی طرح دھلا دھلایا اور صاف تھا۔

"اتنے سادہ اور بے ریا چہرے کو کوئی ناپسند بھی کر سکتا ہے؟" بے اختیار ہی بلال کے دل میں خیال آیا۔

"اور سناؤ کیا خبریں ہیں تمہاری نئی بھابھی کیسی جا رہی ہیں۔" شجاعت انکل نے مزاحیہ انداز میں راز داری اختیار کی۔

"بھئی ذرا اچھی پڑوسنوں کی طرح برائی ہی کھیل لیں۔"

ان کے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ صبا ایک دم ہی زور سے ہنس پڑی۔

پچھلے کئی دنوں سے اس گھر میں کوئی کھل کر نہیں ہنسا تھا۔ پاری آنٹی نے اخبار کی اوٹ سے ذرا اس طرف کو نظر کی سبھی کے چہرے پر مسکراہٹ تھی انکل شجاعت مزید کچھ کہنے جا رہے تھے اور بلال' اس کی نگاہوں کی چوری فوراً" ہی ان کی پکڑ میں آگئی اس کے چہرے پر پھیلی بے پایاں مسرت ان کے لیے قطعی ناقابل برداشت ہونے لگی وہ سب ایک ساتھ بیٹھے ایک مکمل فیملی کا لک دے رہے تھے اور وہ خود بالکل ہی آؤٹ آف سین تھیں کسی کو شاید اب ان کی ضرورت ہی نہیں رہی تھی یہ خیال خاصا دل دکھانے والا تھا۔

گزرے دنوں میں خود سے کیے گئے سارے وعدے اور عہد بھلا کر وہ ایک دم ہی پہلے والی پاری آنٹی بن گئیں۔

ایک زوردار قہقہہ اس گوشہ سے پھر ابھرا اس بار
سب ہی شامل تھے اور نمایاں ترین آواز بلال کی تھی۔
ان کے برداشت کی حد بس یہیں تک تھی۔
"کیا شور مچا رکھا ہے کچھ تمیز ہے یا نہیں کتنے
گھروں تک یہ طوفان بدتمیزی جا رہا ہوگا اور تم صبا۔"
انہوں نے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے
اشارہ کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا تو وہ دل ہی دل میں
کانپ اٹھی۔
خاموشی کا یہ چھوٹا سا پل بے حد سناٹا لیے ہوئے
تھا۔
"تمہیں کسی نے یہ نہیں بتایا کہ اس طرح غیر
مردوں میں بیٹھ کر ہنسی ٹھٹھے کرنا کس قدر نامناسب
بات ہے اور اگر یہ ٹیکٹ استعمال کرنے ہی ہیں تو
بہت سے فلیٹ ہیں اس بلڈنگ میں۔" ان کے لہجے
میں اس قدر ٹھنڈک تھی کہ صبا نے اپنی رگوں میں
برف سی جمتی محسوس کی۔
پاری آنٹی مزید بھی کچھ کہے جا رہی تھیں مگر
آنکھوں میں تیزی کے ساتھ آتے پانی نے ان کا چہرہ
دھندلا دیا تھا مزید ایک منٹ بھی یہاں رکنے سے اس
کے حواس یقیناً ساتھ چھوڑ بیٹھتے سو اپنی بچی کچھی
ہمت کو مجتمع کر کے اپنے دفاع میں ایک بھی لفظ کہے
بغیر وہ دروازے سے باہر نکل گئی پیچھے سے انکل
شجاعت کی آواز ابھری تھی وہ بے حد غصے میں پاری
آنٹی کے اوپر برسنا شروع ہوئے تھے مگر صبا کو ان کے یا
بلال کے ردعمل کے بارے میں جاننے کی شاید
ضرورت ہی نہیں تھی۔
"ہو گئی تسلی تمہاری، اتنے دن کا غبار اسی یتیم بچی
پر نکالنا تھا کیا بگاڑا تھا آخر اس نے تمہارا؟ شرم کرو
پاری بیگم شرم کرو کچھ خوف خدا باقی ہے یا نہیں
تمہارے اندر۔"
شجاعت انکل کو اس عالم میں شاید ہی کسی نے کبھی
دیکھا ہوگا پاری آنٹی بھی ذرا گڑبڑائیں مگر بازی کو اپنے
حق میں پلٹنے کے لیے انہیں یہی لمحے محسوس ہو رہے
تھے اور شجاعت انکل کو بھلا آج سے پہلے بھی انہوں
نے کب سر پر سوار کیا تھا سو لاپرواہی سے گردن جھٹکتے
ہوئے بولیں۔
"آپ خوامخواہ بات مت بڑھائیں میرے گھر میں
میری مرضی چلے گی وہ لڑکی میری آنکھوں کے سامنے
میرے بیٹے کو ورغلائے یہ میں کبھی برداشت نہیں کر
سکتی۔"
"بند کرو یہ بکواس خود دو بیٹیوں کی ماں ہو اس طرح
کی الزام تراشی زیب دیتی ہے تمہیں۔"
شجاعت انکل کی آواز پہلے سے زیادہ بلند تھی۔
"کیا ہیرے جڑے ہوئے ہیں، تمہارے بیٹے میں
اور خود تم میں اور یہ گھر کیا صبا جیسی نیک بچی کے قابل
ہے بہت بابرکت گھر ہوتے ہیں وہ جہاں ایسی لڑکیاں
بہو بنا کر لائی جاتی ہیں ہم جیسے بدنصیب بھلا اس قابل
کہاں جنہیں خون کے رشتوں کا بھی پاس اور قدر بھی
کبھی نہ ہوئی۔"
پاری آنٹی کے لیے الفاظ کی یہ مار کافی سے زیادہ تھی
ہتک عزت کا ایسا مرحلہ انہیں پہلے کبھی درپیش نہیں
ہوا تھا تڑپ کر اپنی صفائی میں انہوں نے کچھ کہنا بھی
چاہا مگر شجاعت انکل کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی
دل میں برسوں کا غبار جمع تھا۔
"تمہاری جیسی فطرت کی عورتیں بھلا گھر بسانے
لائق ہوتی ہیں میں صرف بچوں کی خاطر سمجھوتہ کیے
گیا اور تم نے میری شرافت کو بزدلی سمجھ لیا تمہاری
من مانیوں کے آگے کوئی بھی نہیں ٹکا نہ میں نہ بچے
میری زندگی تو ضائع ہو چکی مگر تم ابھی نہ جانے کتنے
وبال اپنے سر لو گی۔"
اپنی بات ختم کر کے وہ اسٹڈی کی طرف بڑھ گئے
دروازہ بند ہونے کے ساتھ ہی پاری آنٹی چونک
پڑیں۔ دل کی حالت بے حد عجیب ہو رہی تھی۔
حیرت زیادہ تھی یا رنج اس کا فیصلہ کرنا آسان نہیں
تھا ان کی اب تک کی زندگی بہت مزے مزے میں
گزری تھی ایک بلال کی ضد کے علاوہ انہیں کسی
مسئلے نے اس درجہ پریشان نہیں رکھا تھا۔
کہاں کمی رہ گئی تھی جو شجاعت صاحب اس طرح

کٹہرے میں کھڑا کر کے بے رحمی کے ساتھ فرد جرم عائد کر گئے تھے۔

اپنے حساب سے تو وہ خود کو ایک کامیاب ترین عورت سمجھتی تھیں شجاعت صاحب کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا ان کے بروقت فیصلوں نے ورنہ وہیں پڑے ہوتے بھاولنگر کے اس چھوٹے سے گھر میں، جہاں سارے چچا تایوں کی اولاد منزل بہ منزل بنے کمروں میں ایک جیسی زندگی بسر کر رہی تھی' ان ساری فضول رشتے داریوں سے پیچھا چھڑا کر موجودہ اسٹیٹس تک پہنچنے کے درمیان کی کہانی کافی طویل تھی اور ان پر یہ انکشاف آج ہی ہوا تھا کہ اسی طویل کہانی کا ہر باب شجاعت صاحب کے دل پر رقم ہوا تھا ورنہ اس قدر سخت لہجہ اور توہین آمیز الفاظ۔

"امی!"

انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا تو فوزیہ پانی کا گلاس لیے کھڑی تھی فرح اور بلال بھی اٹھ کر ان کے نزدیک آ چکے تھے۔

ان تینوں کی نگاہوں میں ماں کے لیے رنج تھا ہمدردی تھی۔

یہی سب کچھ اگر انہوں نے میاں سے تنہائی میں سنا ہوتا تو بہت غنیمت ہوتا کم از کم بچوں کے سامنے بھرم تو قائم رہ جاتا۔

"ہنھو" اپنی خستہ حالی کو چھپانے کی آخری کوشش کے طور پر انہوں نے فوزیہ کا ہاتھ سامنے سے ہٹاتے ہوئے اٹھنا چاہا تو بلال یکدم سامنے آگیا۔

"پلیز امی پی لیں نا تھوڑا سا پانی۔" وہ ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے بڑے ملتجی انداز میں بولا۔

اس ذرا سے لمس نے اپنا جادو الگ ہی دکھایا۔

ضبط کے سارے بندھن آپ ہی آپ ٹوٹ گئے اور وہ بلال کے شانے پر سر رکھ کر بلک بلک کر رو دیں۔

کوئی تسلی کوئی تشفی ان کے لیے کارگر ثابت نہیں ہو رہی تھی ملال تھا کہ پچھتاوے آنسوؤں کی وہ برسات کافی دیر بعد رکی ان کا یہ روپ تینوں کے لیے نامانوس تو تھا ہی پر حد درجہ تکلیف دہ بھی تھا خاص طور پر بلال کے لیے جو اس ساری صورتحال کا ذمہ دار سو فیصد خود کو سمجھ رہا تھا محض اس کی ضد یہ رنگ لائی تھی۔

اس رات وہ بہت بے سکون رہا۔

ادھوری خوشیاں پورے غموں سے بڑھ کر تکلیف دیتی ہیں صبا اس کی زندگی میں ادھوری خوشی بن کر ہی آ سکتی تھی سو اس سے کہیں بہتر تھا کہ اب وہ بقیہ عمر ادھوری زندگی جیتا اور پورا غم مناتا رہے

دل کو منانا ایک جاں گسل مرحلہ تھا جیسے تیسے وہ اس سے بھی گزر گیا۔

پاری آنٹی کچن میں صبح سویرے جب اپنے لیے چائے کا کپ بنا رہی تھیں بلال نے مختصر ترین الفاظ میں انہیں صبا سے دستبرداری کی خوش خبری دے دی۔

اس کے جانے کے بعد بھی وہ کتنی دیر حیرت کے عالم میں رہیں۔ اپنی معمولی سی ضد سے بھی پیچھے ہٹنا بلال کی سرشت میں شامل نہیں رہا تھا یہ تو اس کی پوری زندگی کا سوال تھا۔

اس کے لہجے کی غیر معمولی سنجیدگی اور آنکھوں میں ٹھہری اداسی نے دل کو تھوڑا سا بے چین بھی کیا مگر اب خوامخواہ کی جذباتیت دکھانے میں دانشمندی نہیں تھی شام کی بے عزتی کا غم ایک دم ہی ہلکا پڑنے لگا بلال ان کا بیٹا ان کا سب سے مضبوط سہارا ان کا تھا وہ ذرا دن چڑھنے کا انتظار کرنے لگیں تاکہ زرینہ آپا کو فون کیا جا سکے۔

♥ ♡ ♡ ♥

"صبا!"

"صبا! جاگ رہی ہو بیٹی۔"

وہ بڑی دیر سے کروٹ لیے بلا مقصد ہی سامنے کی دیوار کو تکے جا رہی تھی بیگم اختر کی آواز پر اس نے چہرہ موڑ کر ان کی طرف دیکھا۔

"کیسی طبیعت ہے اب یہ لو ذرا سا سوپ پی لو۔"

اس کا ذرا بھی دل نہیں چاہ رہا تھا مگر محبت بھرا یہ رویہ اسے بہت برسوں بعد نصیب ہوا تھا امی اور ابا کے چلے جانے کے بعد اور بہت کچھ کے ساتھ یہ بھی

خواب ہوا تھا۔

”اتنی تکلیف نہ کیا کریں پھوپھو اب تو میں ٹھیک ہوں دل چاہے گا تو خود بنا کر پی لوں گی۔“ اس نے ان کے ہاتھ سے چھوٹی ٹرے لیتے ہوئے کہا۔

وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گئیں صبا نے سرک کر ان کے لیے جگہ بنائی دس بارہ دن میں اس کے بخار کا زور ٹوٹا تھا۔

”اپنے بچوں کے لیے کچھ کرنے میں تکلیف ہوتی ہے کیا اور میں نے بھلا کیا بھی کیا ہے۔ جس طرح تم نے مجھے سکھ آرام دیا ہے اس کی کوئی مثال تو شاید۔۔۔“

”بس کریں نا پھوپھو!“ صبا کو حقیقتاً شرمندگی ہونے لگی آج کل وہ بار بار اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتی تھیں۔

”نہیں بیٹا بہت غفلت میں رہی میں سوچتی ہوں تو نظر ملانے کی ہمت نہیں ہوتی وہ بھائی جو مجھے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز تھا اس کی نشانی کو میں نے۔۔۔“

ان کی آواز رندھ گئی۔

صبا کو سوپ کا پیالہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر انہیں دلاسا دینا پڑا ان کا ہاتھ تھام کر وہ انہیں یقین دلاتی رہی کہ وہ یہاں بہت سکون اور خوشی کے ساتھ رہی ہے اور سچی بات تو یہ کہ اس حقیقت کو اس نے گزرے دنوں میں بارہا خود کو ایسے وقتوں میں باور کرایا تھا جب دل پر لگی چوٹ ناقابل برداشت ہونے لگتی تھی یہاں خون کے رشتوں کے درمیان اس نے کم از کم ایک محفوظ ترین زندگی تو گزاری تھی ورنہ۔

اس ”ورنہ“ کے آگے بہت سے امکانات نظر آتے ایک سے بڑھ کر ایک بھیانک۔ جن کے متعلق وہ پل بھر کے لیے بھی سوچنے کے لیے تیار نہیں تھی۔

”نینا بھابھی کیا کر رہی ہیں؟“ اس نے بس یونہی پوچھ لیا۔

”گھر پر ہوں گی تو کچھ کریں گی اور گھر پر رہ کر بھی سوائے دل جلانے کے انہیں کیا کرنا ہے۔“

ان کے جواب پر صبا نے بھلا کیا تبصرہ کرنا تھا خاموشی سے سوپ پینے میں مصروف ہو گئی۔

”اپنی مرضی کی مالک ہیں اور ماں باپ کے دیئے ہوئے مال کا نشہ ہے کسی کی کیا مجال ہے جو کچھ کہہ سکے؟“ صبا کو حیرت ہونے لگی۔

نینا کے یہ معمولات شروع دن سے تھے اور بیگم اختر نے بڑی خوش دلی کے ساتھ انہیں قبول بھی کر لیا تھا۔

اس نے ذرا غور سے ان کی طرف دیکھا کسی ان کہے دکھ کی پرچھائیاں وہاں صاف دکھائی دے رہی تھیں بات یقیناً ”کچھ اور ہی تھی۔

کیا ہو سکتی تھی؟ صبا نے ان کے جانے کے بعد بہت دل لگا کر سوچنا چاہا۔ اپنے ذہن کو بٹانے کے لیے بھی فی الوقت یہ اچھی مصروفیت تھی پر یہ مشغلہ چند منٹ سے زیادہ جاری نہیں رہ سکا باہر سے اچانک ہی فرح کی آواز آنی شروع ہو گئی۔ اس دن کے بعد سے کوئی ان کے گھر سے آیا گیا نہیں تھا۔

فرح مہرین کو پوچھ رہی تھی وہ سو رہی تھی۔

بیگم اختر اسے صبا کی بیماری کے بارے میں بتانے لگیں۔

”اتنی پریشانی میں یہ دن گزرے ہیں صبا کا بخار ہی نہیں اتر کر دے رہا تھا بچی ایک دم ہی سخت بیمار پڑ گئی“ صبا کو اندر ان کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

پاری آنٹی کے نفرت بھرے سلوک نے اسے بری طرح سہما رکھا تھا اس روز کا واقعہ اپنی پوری جزئیات کے ساتھ ذہن دہراتا اور ہر بار تکلیف کی شدت پہلے سے زیادہ ہوتی۔ فرح جواباً ”خاموش تھی۔

صبا جانتی تھی کہ وہ اس وقت رسماً ”بھی اس کی طبیعت پوچھنے کمرے تک نہیں آئے گی۔ پاری آنٹی نے کسی قسم کی رواداری یا مروت کا ربط رہنے ہی نہیں دیا تھا۔

بسا اوقات انسانی رویے کسی قدر عجیب ہو جاتے ہیں۔ اخلاق کی تمام قدروں سے گر کر ظلم کی ہر حد کو پار کر جاتے ہیں۔

منافقت اور مطلب براری کے اس ہجوم میں بہت

سارے ایسے لوگ بھی ہیں جن کے لیے عزت نفس زندگی سے بڑھ کر عزیز ہوتی ہے صبا کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا تھا۔

پاری آنٹی نے اس کی عزت نفس کو مجروح کیا تھا اور وہ جواباً "اپنی صفائی میں ایک لفظ تک نہیں کہہ سکی تھی بے بسی کا ایک سہا دینے والا احساس اس روز سے دل کے ساتھ ساتھ تھا۔

آنسو پھر ایک تواتر کے ساتھ تکیے پر گرنے لگے۔

"میں ایسی نہیں ہوں۔ میں ایسی ہرگز بھی نہیں ہوں۔"

بیگم اختر دوبارہ کمرے میں آئیں تو وہ دوسری طرف کروٹ لیے ہوئے تھی انہوں نے ایک دو آوازیں دیں اور پھر اسے سوتا سمجھ کر واپس چلی گئیں۔

سہ پہر شام اور پھر رات میں ڈھل گئی مگر وہ یونہی لیٹی رہی حالت ہی اتنی ردی ہو رہی تھی کہ کسی کا سامنا کرنے کی ہمت وہ اپنے اندر نہ کر سکی۔

ذکی اور نینا خلاف توقع آج جلدی گھر آ گئے تھے۔ ان کے آنے کے بعد ماحول پر چھائی خاموشی پر تھوڑا سا اثر پڑا۔ نینا تو شاید اپنے کمرے میں تھی ذکی نے لاؤنج میں ٹی وی کھول لیا تھا۔ وقفے وقفے سے اس کے بولنے کی آواز آ رہی تھی۔ بیگم اختر مسلسل اسے کچھ کہے جا رہی تھیں جن کا وہ ٹالنے کے سے انداز میں جواب دے رہا تھا۔ پھر نہ جانے کیوں لاؤنج سے آتی آوازیں بلند ہونے لگیں بیگم اختر کسی بات پر اصرار کر رہی تھیں اور ذکی سختی سے انکاری تھا۔

"تم بات کر کے تو دیکھو۔" وہ کہہ رہی تھیں۔

"وہ کبھی نہیں مانے گی میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔"

"تم کہو گے تو کیوں نہیں مانے گی آخر بیوی ہے تمہاری۔"

"آپ کو سخت خوش فہمی ہے اس کے بارے میں شروع سے۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ بیوی کے آگے دب گئے ہو بول نہیں سکتے اس کے آگے۔" بیگم اختر کے انداز میں تلخی آ چکی تھی لاؤنج میں صرف وہ دونوں ہی تھے۔

"ظاہر ہے یہ تو ہونا ہی تھا۔" ذکی بہت مشکل سے اپنا غصہ دبائے ہوئے تھا۔

"مجھے جس مصیبت میں آپ نے ڈالا ہے اسے صرف اسی صورت ہی جھیلا جا سکتا ہے۔"

بیگم اختر کا مسئلہ کچھ اور ہی تھا اس لیے ذکی کے شکوہ پر کان دھرنے کے بجائے وہ اپنے پرانے موڈ میں ہی بولیں۔

"ٹھیک ہے میں خود نینا سے بات کر لوں گی دیکھتی ہوں کیسے نہیں مانے گی۔"

ایک طنزیہ مسکراہٹ ذکی کے لبوں پر ابھری ماں کے چہرے پر نگاہیں جماتے ہوئے وہ بہت ٹھہرے ٹھہرے انداز میں بولا۔

"ٹھیک ہے پھر اگر آپ کو اپنی بے عزتی کروانے کا شوق ہو رہا ہے تو یہ بھی کر کے دیکھ لیں۔" اس کے لہجے میں آئی یہ اجنبیت بیگم اختر کے لیے بے حد نئی بات تھی۔ چند پل کے لیے تو وہ بالکل خاموش ہو گئیں۔

ذکی بالکل لاتعلق سے انداز میں ریموٹ ہاتھ میں لیے چینل بدل رہا تھا۔

"پھر تم ہی بتاؤ کیا کروں آخر۔" انہوں نے بے بسی سے بیٹے کی طرف دیکھا مگر اس ہار مان لینے والی کیفیت نے بھی ذکی کے موڈ میں کوئی چینج پیدا نہیں کیا اس کی نگاہیں مستقل ٹی وی اسکرین پر ہی مرکوز تھیں۔

"مہرین کا خیال کرو دو دن سے کس قدر ٹینشن میں ہے خدانخواستہ کوئی بات...."

"ساری پریشانیاں آپ کی اپنے ہاتھوں لائی ہوئی ہیں اپنا بویا ہوا کاٹنا تو پڑتا ہی ہے نا اگر میری خوشی کا پاس کر لیا ہوتا تو شاید۔" ذکی نے ایک جھٹکے سے ریموٹ دبا کر ٹی وی کو آف کیا اور اپنی بات کو ادھورا چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

بیگم اختر نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر سر جھکا لیا کافی دیر تک وہ اسی حالت میں بیٹھی رہیں ذکی اندر اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔

بغیر کسی مداخلت کے وہ دیر تک سوچے گئیں۔ گھر

میں پھیلا سناٹا کسی کسی وقت نینا کی تیز آواز سے ٹوٹتا رہا۔
اس کی تنک مزاجی اور بدزبانی گھر والوں کے لیے اب معمول کی بات بنتی جارہی تھی۔
انہوں نے خالی خالی نگاہوں سے اطراف کو دیکھا۔ لگژری لک دیتا ہوا ان کا اپارٹمنٹ ان کی تمناؤں کے عین مطابق تھا۔ ملنے جلنے والوں سے خراج تحسین وصول کرتے ہوئے ان کا سر ابھی بھی فخر سے بلند ہو جاتا تھا۔ چند دن پہلے تک وہ بہت مسرور اور مطمئن تھیں بڑی کامیابیوں کے آگے چھوٹے موٹے سمجھوتے انہوں نے ہمیشہ بہت خوشدلی کے ساتھ کیے تھے۔ اپنے طور پر تو ان کی پالیسی ہر طرح سے کامیاب جارہی تھی خیال ہی نہیں آیا تھا کہ ان خوشیوں کا خراج وصول کرنے میں زندگی اتنی جلدی دکھائے گی کبھی کبھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

♥ ♡ ♡ ♥
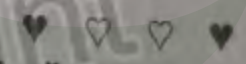
ان کے ساتھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔ فرح، فوزیہ کی دوست کے بھائی کی شادی تھی۔ پچھلے دو تین دنوں کی تقریبات میں دونوں بہت پرجوش انداز میں شریک ہوئی تھیں وجہ پاری آنٹی کا بے حد خوشگوار موڈ تھا انہوں نے بہت خوشی خوشی دونوں کو اس شادی کی تیاری کروائی تھی بلال کے ہامی بھر لینے کے بعد سے ان کا رویہ یکسر بدلا ہوا تھا اپنے تینوں بچوں پر آج کل وہ بے دریغ محبت لٹا رہی تھیں۔
آج جانے کی تیاریوں میں ہلچل نسبتاً" زیادہ تھی کیونکہ آج پاری آنٹی خود بھی جارہی تھیں۔ لانے لے جانے کی ذمہ داری بلال کی تھی وہ ان لوگوں سے ذرا پہلے نیچے اترنے کے لیے باہر نکلا تھا۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے ہوئے بلا ارادہ ہی اس کی نگاہ سامنے کھلے دروازے کو پار کرکے سیدھی لاؤنج میں بیٹھی صبا تک پہنچی لاؤنج کی تیز روشنی میں گود میں رکھے میگزین پر نظریں جھکائے وہ اتنی ہی اپنی اپنی سی لگی جتنی کہ اس کے دل نے ہمیشہ جانا تھا۔
بلال ایک ٹک دیکھے چلا گیا۔
چند لمحے خاموشی سے آگے کو سرکے۔
”یہ ذکی ہمیشہ دروازہ کھلا چھوڑ جاتا ہے کیسی ٹھنڈی ہوا آرہی ہے۔“ بیگم اختر ایک دم ہی دروازے پر نمودار ہوئیں۔ ”کیسے ہو بلال!“
خود پر بمشکل قابو پاتے ہوئے وہ انہیں سلام کرتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔
دل کی حالت بے حد عجیب ہو رہی تھی کتنے دن سے وہ اس کے متعلق سوچنے سے بھی گریزاں تھا مگر وہ ساری کوششیں بالکل یونہی سی ثابت ہوئیں۔
نیم روشن پارکنگ لاٹ میں گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر وہ گم صم سی کیفیت میں بیٹھا رہا کچھ دن پہلے ہی اس نے یہ گاڑی لی تھی۔
”زندگی میں سب کچھ پہلے ہی کی طرح تو تھا بس اتنا ہوا تھا کہ دل ایک خواہش سے دستبردار ہو گیا تھا اور بس۔“ اپنے یخ ہوتے ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پیوست کرتے ہوئے اس نے سوچا۔
”تو کیا وہ ایک خواہش اتنی زور آور تھی کہ اس کے بعد زندگی گزارنے لائق چیز بھی نہیں رہے گی۔“ اچانک ہی اسے محسوس ہوا کہ اس کی آنکھیں گیلی ہو رہی ہیں۔ یہاں پارکنگ لاٹ میں بیٹھ کر اس بے حد ذاتی غم کو منانا کافی اسٹوپڈ سی بات تھی۔ مگر ہر بات اپنے اختیار میں کہاں ہوتی ہے۔
بلال نے سختی سے آنکھوں کو ہاتھوں سے رگڑ ڈالا۔
”بہت دیر کر دی ان لڑکیوں نے دیکھو بھائی کب سے انتظار میں بیٹھا ہے۔“ پاری آنٹی فرنٹ سیٹ پر اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بولیں۔
”بور تو نہیں ہوئے بیٹا۔“
بلال نے دھیرے سے نفی میں سر ہلا دیا۔
پاری آنٹی نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر پھیلی شکستگی ان کی نگاہوں سے چھپی نہیں رہ سکی۔
”کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری۔“ وہ ایک دم ہی متفکر ہو گئیں بلال نے انہیں مطمئن کرنا بھی چاہا مگر ان کے دل میں پیدا ہوئی کھٹک دور نہیں ہوئی۔
بلال کی بقیہ راستے گہری خاموشی بھی ان کے نزدیک معنی خیز تھی۔ میرج گارڈن تک پہنچتے پہنچتے وہ

اس کی طرف سے پوری طرح مشکوک ہو چکی تھیں۔
اصرار کے باوجود بھی وہ وہاں نہ رکا۔

"آپ لوگ ٹائم بتا دیں میں آ کر لے جاؤں گا۔"

پاری آنٹی کا اب خود بھی یہاں رکنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا مگر اب یہاں پہنچ کر واپس جانا بھی ذرا اچھا نہ لگتا بلال کی طرف سے دل میں الجھن لیے وہ مہمانوں میں گھل مل گئیں۔ فرح فوزیہ کی دوست کے گھر والے مہمان نواز لوگ تھے ان کو بھی پرجوش انداز میں خوش آمدید کہا گیا۔

مہمانوں کے ایک گروپ سے متعارف کرا کے انہیں جس ٹیبل پر بٹھایا گیا وہاں ایک چہرے نے چند منٹ بعد ہی ان کی توجہ اپنی جانب مبذول کرالی۔

سرخ سفید رنگت والی خاتون کو ان کے لباس اور جیولری نے کافی قیمتی قیمتی بنا رکھا تھا۔

کہاں دیکھا تھا؟

فوری طور پر یاد آ کر نہیں دیا۔

فرح، فوزیہ اپنی دوستوں کے گروپ کے ساتھ تھیں ورنہ وہ یقیناً مدد کر دیتیں انہوں نے بے قراری سے پہلو بدلا پاس بیٹھی ان خاتون نے بھی شاید ان کا تذبذب بھانپ کر ان کی جانب دیکھا تھا۔

شناسائی کی ایک لہر ان کی آنکھوں میں بھی ابھری اور اسی دم انہیں یاد بھی آ گیا یہ مہرین کی ہونے والی ساس تھیں۔

محض ایک بار سرسری سی ملاقات کوریڈور میں ہوئی تھی تب بیگم اختر نے ان کا پاری آنٹی سے تعارف کرایا تھا۔

یہ حسن اتفاق ان کا موڈ بدلنے میں سازگار ثابت ہوا ابتدائی رسمی جملوں کے بعد انہوں نے پرسنل ہونا شروع کیا۔

"بہت تعریف سنی ہے بیگم اختر سے آپ لوگوں کی پہلے سے تو غالباً کوئی رشتے داری نہیں ہے آپ لوگوں کی؟"

"ڈائریکٹ تو نہیں البتہ نینا کے حوالے سے سمجھ لیں میرے پھوپھی زاد بھائی کی بیٹی ہے وہ۔"

تفتیش کا سلسلہ مزید آگے بڑھا۔

"کہاں رہتے ہیں؟"

"گھر میں کتنے افراد ہیں۔"

"بیٹیوں میں سے کتنی غیر شادی شدہ ہیں۔"

"وغیرہ وغیرہ۔"

وہ خاتون جواب دیتے دیتے اکتانے لگیں تو انہوں نے سوالوں کا رخ پاری آنٹی کی طرف موڑ دیا۔

"میں بھی جلد اپنے بیٹے کی شادی کرنے والی ہوں۔" پاری آنٹی نے فخریہ لہجے میں معلومات پہنچانے کا کام شروع کیا بلال کے لیے دیکھی جانے والی لڑکی اور اس کے گھرانے کے متعلق جتنے قلابے ملا سکتی تھیں ملائے۔

وہ خاتون کافی متاثر ہونے لگیں۔

"خوش قسمت ہیں آپ جو اتنا اچھا گھرانہ مل رہا ہے۔" پاری آنٹی اس تعریف پر خوشدلی سے ہنس کر بولیں۔

"آپ بھی بہت اچھی لڑکی لے کر جا رہی ہیں مہرین واقعی قابل تعریف ہے۔" انہوں نے خلاف عادت حق ہمسائیگی ادا کرنے کی کوشش کی مگر اسی وقت کچھ اور خواتین وہاں آ گئیں مہرین کی ساس کی توجہ ان لوگوں کی طرف ہو گئی اب گفتگو کے موضوع بالکل بدل گئے۔

پاری آنٹی کو مایوسی سی ہوئی ابھی بہت سی معلومات حاصل کرنا باقی تھیں۔

ان خواتین نے کافی وقت لیا مگر پھر بھی پاری آنٹی نے موقع نکال ہی لیا۔

"شادی کا کب تک ارادہ ہے؟"

"اس سوال کا جواب آپ مہرین کی امی سے ہی پوچھیے، وہ صحیح بتا سکتی ہیں۔"

ان کے چہرے پر پھیلی طنزیہ مسکراہٹ پاری آنٹی کو چونکا گئی۔

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔"

"سمجھنا سمجھانا کیا ہے ہم تو صاف صاف بات کرتے ہیں۔" مہرین کی ساس نے مکھی اڑانے کے انداز میں ہاتھ ہلایا۔

"ہماری جتنی ڈیمانڈز، جتنی شرطیں ہیں پوری کر

دیں تو ہمیں کیا دیر ہے کرنے میں۔"
"اچھا!" پاری آنٹی مارے اشتیاق کے بالکل ہی ان کی طرف جھک گئیں "آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔"
"سیدھی سی بات ہے زمانے کے ساتھ چلنا ہی پڑتا ہے ہم کوئی انوکھی بات تو کر نہیں رہے جتنا کچھ انہیں بہو کے جہیز میں ملا ہے کم از کم اتنا انہیں بیٹی کو بھی دینا ہی چاہیے اور اب تو یہ سب کچھ بالکل عام ہے لوگ تو بیٹیوں کو بہانے بہانے سے نہ جانے کیا کیا دے ڈالتے ہیں ہم نے صرف چند باتوں کی یاددہانی کرائی ہے۔" ان چند باتوں کی تفصیل پاری آنٹی کو بہت سنی سنی سی لگی ایسے جیسے اپنا دہرایا ہوا سبق کسی اور کے منہ سے سن رہی ہوں۔
یہی یاددہانی انہوں نے بھی زرینہ آپا کو اسی روانی کے ساتھ کروائی تھی۔
جانے کہاں سے دل میں شرمندگی کا ایک ہلکا سا احساس ابھرنے لگا۔ جسے انہوں نے فوراً ہی بڑی خوبی سے دبانے کی کوشش کی "یہ کوئی بڑی بات نہیں بیگم اختر کی ایک ہی تو بیٹی ہے ظاہر ہے جو بھی دیں کم ہے آخر ذکی کی بری بھی تو کس قدر شاندار تھی۔"
"بس رہنے دیں" وہ زہر بھرے انداز میں ہنسیں "ہم بھی اسی جھانسے میں آ کر ان کے گھر چلے گئے یہ نہیں معلوم تھا کہ ساری شان و شوکت بس یہیں تک تھی بیٹی کے لیے کچھ نہیں ہے نینا ایک ایک بات کی خبر دیتی ہے بڑی بی بہو کے آسرے میں تھیں کہ وہ دو چار سیٹ اور اپنی چیک بک پکڑا دے گی تو یہ اپنی یہاں بھی واہ واہ کروائیں گی۔"
پاری آنٹی نے ایک چور نگاہ آس پاس ڈالی ٹیبل پر بیٹھی تمام خواتین کے لیے فی الوقت اس قصے کو سننے سے زیادہ کسی اور بات میں دلچسپی باقی نہیں رہی تھی۔ سب ہی دل و جان سے متوجہ تھیں۔
"اب سنا ہے کہ ذکی قرضے کے لیے ہاتھ پیر مار رہا ہے انتظام ہو جاتا ہے تو ٹھیک ورنہ لڑکیوں کی کیا کمی ہے یہ باتیں تو پہلے سے سوچنے کی ہوتی ہیں میری تو کوئی بیٹی ہے نہیں ورنہ بیٹے سے پہلے اس کے تحفظ کا خیال کرتی۔"
پاری آنٹی نے کچھ چونک کر ان کی طرف دیکھا وہ اپنی دھن میں بولے چلی جا رہی تھیں مگر پاری آنٹی کے لیے اس آخری جملے کی بازگشت ابھی باقی تھی۔
بیٹیوں کے ہونے کا احساس شجاعت انکل نے دسیوں بار انہیں "نصیحتاً" دلایا پر ان کے نزدیک ہمیشہ وہ ایک فقرہ ہی ٹھہرا محفلوں میں بیٹھ کر دوسروں کے کمزور پہلوؤں کو دیدہ دلیری سے ڈسکس کرنا ہماری سوسائٹی کا کس قدر پسندیدہ مشغلہ بن چکا ہے۔
ساری خواتین اپنے اپنے تجربہ میں آئے قصے بڑھ چڑھ کر سنانے میں مصروف تھیں۔
پاری آنٹی کچھ نہیں سن رہی تھیں ان کے ذہن میں بیگم اختر کا اترا ہوا چہرہ اور مہرین کی متورم آنکھیں گھوم رہی تھیں جنہیں وہ پچھلے چند دنوں سے نوٹ کر رہی تھیں۔ فرح اور فوزیہ سامنے سے آتی نظر آئیں تو وہ ایک دم ہی کھڑی ہو گئیں اپنا پرس اٹھا کر انہوں نے ان دونوں کی طرف جانے میں ذرا دیر نہیں کی مہرین کی ساس "سنیں تو" کہتی رہ گئیں مگر وہ پلٹ کر خدا حافظ بھی نہیں کہہ سکیں۔
"عجیب بددماغ عورت ہے۔" مہرین کی ہونے والی ساس نے منہ بنا کر ریمارک دیا۔
بلال آ چکا تھا۔
اس کی خاموشی اور سنجیدگی اسی طرح تھی مگر اب پاری آنٹی کو اس کی ذرا بھی فکر نہیں رہی تھی جو فیصلہ انہوں نے ابھی کچھ منٹ پہلے کیا تھا وہ تاعمر اس کے چہرے پر ایک سچی مسکراہٹ سجانے کا سبب بننا تھا گھر پہنچ کر پہلا کام جو انہیں کرنا تھا وہ صبا سے معافی مانگنے کا تھا ان کی طرف سے ہونے والی زیادتی بے شک بہت بڑی تھی مگر انہیں کامیابی کا پورا یقین تھا۔
ایک گہری سانس لے کر انہوں نے ستاروں بھرے آسمان کو دیکھا اور سیٹ کی پشت سے سر ٹکا لیا۔
خدا "یقیناً" بہت مہربان ہے ایک صحیح اور بروقت فیصلہ کرا کر اس نے انہیں آنے والی خوشیوں کی نوید دی تھی۔